Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum-e-Islamia/
E-Mail:muloomi@iub.edu.pk ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
-202411-27 Date of Publication: Vol.No: 31, Issue:02. (Jul-Dec 2024)
Published by: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

وبائی امراض میں شرعی توسع کے حدود اور دائرہ کار: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں

The Limits and Scope of Sharia Expansion in Epidemics: In the Context of Islamic Teachings

Dr. Muhammad Yahya
Mudarris Jamia Usmania Peshawar; Lecturer, Usmania Postgraduate College, Peshawar.
Mufti Kifayat-ur-Rehman
Assistant Professor, Government Postgraduate College, Nowshera
Dr. Maaz Masood
Visiting Lecturer, Abdul Wali Khan University, Mardan

Abstract:

Islam is the last and final religion for the humanity from Allah, that’s why all the rules of islam is according to the strength of humans. The prophet Peace be upon him sayed “deen is easy”. The aspect of "Yusr" (facility and ease) is prominent in all of the Islamic teachings. The Holy Qur'an has clearly mentioned in Surah Al-A'raf that the prophet Muhammad will releases them from their heavy burdens, and from the fetters that were upon them. What will be the limits of convenience and ease in Islamic rules during epidemic? The purpose of this paper is to explain and elaborate on this.

Keywords: Epidemic, Takhfef, Limits, Convenience, Ease

تعارف:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی اَن گنت مخلوقات میں سے انسان کو اپنی خلافت کا عظیم منصب عطا کیا ہے اور اسے احکامِ شرع کا مکلف بنا کر ایک عظیم امانت اِس کے سپرد کی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ [1]

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ﴾. [2]

ترجمہ: ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے امانت پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا۔

اللہ تعالیٰ چونکہ عادل و حکیم ذات ہے اور علیم و خبیر بھی؛ اس لیے اُس نے انسان کو اُنہی احکام کا مکلف بنایا ہے جن کی وہ استطاعت

رکھتا ہے، جو کام انسانوں کی استطاعت سے خارج ہیں، کبھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اُن کا مکلف نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْساً إِلاَّ وُسْعَهَا﴾ [3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اُس کی وسعت سے زیادہ مکلف نہیں فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس بات کی تلقین بھی کی ہے کہ وہ یہ دعا مانگا کرے کہ:

﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ﴾ [4]

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہماری پکڑ نہ فرما۔ اے ہمارے رب! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا۔ اے ہمارے ربّ! اور ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جس کی ہمیں طاقت نہیں۔

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ صرف یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام انسانی استطاعت کے مطابق ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم اور لطف واحسان کے طفیل انسان کو اس کی استطاعت سے کم درجے میں مکلف بنایا ہے اور یہی وہ پہلو ہے جس سے ہم "یُسر" اور "توسع" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [5]

ترجمہ: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر تنگی نہیں چاہتا۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴾ [6]

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کر دے، اور انسان تو کمزور ہی پیدا کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ﴾ [7]

ترجمہ: یقیناً دین آسان ہے۔

اسلام چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کی ہدایت کے لیے آخری اور حتمی دین ہے، جو قیامت تک ہر زمان اور ہر مکان کے لیے ہے اس لیے اس کے سب احکام خواہ عبادات سے تعلق رکھتے ہوں یا معاملات سے، معاشرت سے متعلق ہوں یا اخلاقیات سے؛ سب ہی میں "یُسر" (سہولت و آسانی) کا یہ پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ قرآنِ کریم نے سورہ اعراف میں جہاں نبی کریم ﷺ کے اوصاف ذکر کیے ہیں وہاں ایک خاص وصف یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ انسانیت سے وہ بوجھ اور مشقت دور فرمانے کے لیے مبعوث ہوئے جو گزشتہ شریعتوں میں اُن پر ڈالا گیا تھا۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾[8]

ترجمہ: اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں اتارتا ہے جو ان پر تھیں۔

سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں یسر اور سہولت کا رویہ بہت نمایاں تھا، جب کسی صحابی کو کہیں بھیجتے تو دیگر ہدایات کے ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی ارشاد فرماتے کہ:

يَسِّرُوا، وَلَا تُعَسِّرُوا. [9]

ترجمہ: آسانیاں پیدا کرو، اور مشکلات پیدا نہ کرو۔

عبدیت کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود خود اپنا معمول بھی یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ. [10]

ترجمہ: جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے مابین اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا، اِلّا یہ کہ اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو اس سے دور رہنے والے ہوتے۔

شریعت کے احکام میں وسعت اور یسر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حالات کے بدلنے سے احکام میں تبدیلی واقع ہوتی ہے، چونکہ انسان اپنی فطری کمزوری کی بنا پر مختلف حالات سے متاثر ہوتا ہے اور اس پر زندگی میں مختلف حالات وکیفیات کا گزر ہوتا ہے، کبھی صحت مند ہوتا ہے تو کبھی بیمار، کبھی مقیم ہوتا ہے تو کبھی مسافر، کبھی معمول کے مطابق حالت ہوتی ہے تو کبھی غیر معمولی حالات؛ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے اِن مختلف النوع حالات کے پیش نظر احکام میں آسانی اور رخصت کا معاملہ فرمایا ہے۔ چنانچہ مرض کے احکام صحت کے احکام سے مختلف ہیں، کہ اُن میں مرض کی نوعیت کو مد نظر رکھ کر سہولت دی گئی ہے۔ سفر کے احکام اقامت کے احکام سے مختلف ہیں، کہ اُن میں سفر کی مشقت کا خیال رکھ کر نماز، روزہ وغیرہ عبادات میں آسانی کا معاملہ کیا گیا ہے۔ مجبوری اور ضرورت کے احکام رضا اور خوشنودی کی حالت سے مختلف ہیں، کہ ان میں مجبوری اور ضرورت کی کیفیت کے اعتبار سے رُخصت کا معاملہ کیا گیا ہے۔ پٹی پر مسح کی اجازت، تیمم، مسافر کی نماز، حیض ونفاس میں نماز کی معافی، بھول چوک کی معافی وغیرہ مسائل کی تفصیلات کتبِ فقہ میں مذکور ہیں۔

اس مضمون کا عنوان چونکہ "وبائی امراض میں شرعی توسع کے حدود اور دائرہ کار" ہے، اس لیے اس مختصر تمہید کے بعد اصل موضوع کو چند ذیلی عنوانات کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق

....

انسان کی زندگی میں طرح طرح کی آزمائشیں آتی رہتی ہیں، کچھ انفرادی نوعیت کی ہوتی ہیں تو کچھ اجتماعی نوعیت کی؛ کچھ مخصوص علاقے یا ملک تک محدود ہوتی ہیں تو کچھ عالمی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اِنہی آزمائشوں میں سے ایک وبائی امراض کا پھیل جانا بھی ہے۔ معلوم انسانی تاریخ میں بے شمار مرتبہ وبائی امراض پھیل چکے ہیں، اور ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو دنیا کے اکثر حصے کو اپنی لپیٹ میں لے کر لاکھوں لوگوں کے لیے موت کا سبب بنے۔ "کورونا وائرس" یا "کووڈ 19" بھی ایک ایسی ہی وبا ہے جو گنتی کے چند ہفتوں میں دنیا بھر میں پھیل گئی اور اس نے کروڑوں لوگوں کو متاثر کیا اور لاکھوں لوگ اس سے لقمہ اجل بنے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ذات ہے، اس کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس لیے اس میں بھی ضرور اُس کی حکمتیں پنہاں ہوں گی، جن کی گہرائی تک رسائی انسان کے بس میں نہیں۔ اگرچہ امکان کی حد تک اہلِ علم حکمتیں بیان کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا پورا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

ایک مسلمان معاشرہ پر وبائی امراض جہاں صحت یا معیشت کے حوالے سے اثرانداز ہوتے ہیں، وہاں عقائد، عبادات، معاشرت اور اخلاقی اقدار بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ شریعتِ مطہرہ کی وسعت اور آسانی کے بنیادی اوصاف یا اصول کی بنا پر ایسے حالات میں احکام میں نرمی پیدا ہونا ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس نرمی اور وسعت کے بھی کچھ حدود ہیں جن کے اندر رہتے ہوئے اس توسع سے فائدہ لیا جا سکتا ہے۔ فقہائے کرام کے ہاں ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ:

الضرورات تقدر بقدرها.[11]

ترجمہ: ضرورت اپنے حدود تک محدود رکھی جائے گی۔

اس قاعدہ کی بنیاد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾[12]

ترجمہ: پس جو مجبور ہو جائے نہ سرکشی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

معلوم ہوا کہ شریعت میں ضرورت کی بنا پر جہاں حکم میں آسانی پیدا ہوتی ہے، وہاں اُس کے کچھ حدود و قیود بھی ہوتے ہیں جن کی رعایت ضروری ہوتی ہے۔ وبائی امراض مرض ہونے کی حیثیت سے احکام میں یُسر اور توسع کا سبب ہے۔ البتہ اس کے بھی حدود ہیں، ذیل میں اِنھی حدود کی وضاحت کی جاتی ہے۔

وبائی مرض کے بارے میں عقیدہ کی شرعی حدود

صحیح عقیدہ انسانی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے کیونکہ اسی پر ابدی زندگی کی کامیابی یا ناکامی کا دارومدار ہے۔ وبائی امراض میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تقدیر سے عقیدہ کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان کو کسی وبا کے پھیلنے سے متعلق عقیدہ رکھنے کی شرعی حدود کا علم ہو۔

ہر مسلمان کے لیے یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ صحت و مرض اور موت و حیات اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ جسے چاہے بیمار کر دے اور جسے چاہے شفا نصیب فرما دے۔ تاہم یہ دنیا چونکہ دارُ الاسباب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مرض اور صحت کے لیے کچھ ظاہری اسباب بھی رکھے ہیں، جن میں اپنی قدرت سے تاثیر ڈالی ہے تاہم وہ تاثیر نہ اُن اسباب کے ساتھ لازمی و ضروری ہے اور نہ ہی اُن کے اپنے اختیار میں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اثر ڈالنے سے ہی کوئی سبب مؤثر ہو سکتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ کوئی سبب ہمیشہ اور ہر وقت لازماً تاثیر دکھائے۔ چنانچہ سبب کو سبب کے درجے میں مؤثر ماننے کی تو شرعاً گنجائش ہے لیکن مؤثر حقیقی ماننے کی قطعاً اجازت نہیں۔

وبائی امراض سے متعلق رسول اللہ ﷺ سے مروی ارشادات میں ہمیں یہی دونوں پہلو نظر آتے ہیں کہ ایک طرف تو کسی مرض کے پھیلنے کی نفی فرمائی اور دوسری طرف اسباب اختیار کرنے کی قولاً اور عملاً تعلیم دی، چنانچہ عقیدہ کی درستگی کے لیے تو یہ فرمایا کہ:

لاعدوى.[13]

ترجمہ: کسی بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

لیکن اسباب کی رعایت کے لیے اسی حدیث میں یہ بھی فرمایا:

وَفِرَّ مِنَ المجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الأَسَدِ.[14]

ترجمہ: مجذوم یعنی کوڑھ کے مریض سے اسی طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔

اسی طرح آپ نے طاعون کے متعلق فرمایا کہ "جس شہر میں طاعون پھوٹ پڑا ہو، وہاں مت جاؤ، اور اگر پہلے سے اس شہر میں ہوں، تو وہاں سے باہر نہ جاؤ"[15]

محدثین کے ہاں دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ جن احادیث میں مرض کے متعدی ہونے کی نفی کی گئی ہے ان میں دراصل زمانہ جاہلیت کے اس غلط عقیدے کی اصلاح مقصود ہے کہ وہ مرض کے بذاتِ خود متعدی ہونے کے قائل تھے۔ اور جہاں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی تلقین ہے وہاں ظاہری سبب کی رعایت رکھی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری سبب کے طور پر بعض امراض میں متعدی ہونے کا وصف رکھ دیا ہے کہ دوسرے کی طرف منتقل ہوسکتے ہیں۔ یوں نفی سبب حقیقی ہونے کی ہے اور اثبات سبب ظاہری ہونے کا ہے۔[16]

حاصل یہ کہ مسلمان کے لیے وبائی امراض کے بارے میں عقیدہ رکھنے کے شرعی حدود یہ ہیں کہ "کسی بھی مرض کو مؤثر حقیقی نہ سمجھے، البتہ سبب کے درجے میں اس حد تک مؤثر سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ تاثیر رکھ دی ہے۔"

وبا اور ایمان بالقدر

کسی بھی مسلمان کے لیے ہر وقت ضروری ہے کہ "تقدیر" پر اُس کا پختہ ایمان ہو لیکن ایسے مواقع پر "ایمان بالقدر" کا ہمہ وقت استحضار بہت ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے انسان کو نفسیاتی طور پر تسلی اور اطمینان نصیب ہوتا ہے اور ماہرین کے مطابق اس کی وجہ سے انسان کی قوتِ مدافعت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مصیبت پیش آنے سے متعلق یہ تعلیم دی کہ:

وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ. [17]

ترجمہ: اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ "اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہو جاتا" بلکہ یہ کہو کہ "اللہ تعالیٰ کی طے کردہ تقدیر ہے، وہ جو چاہے کرتا ہے" یقینا "اگر" شیطان کے لیے دروازہ کھول دیتا ہے۔

لہٰذا دل و دماغ میں یہ عقیدہ اچھی طرح بٹھالینا چاہیے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت سے ہو رہا ہے اور ہر فیصلے میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت اور مصلحت ضرور ہوتی ہے، خواہ ہم اُسے سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ لہٰذا اگر کوئی فیصلہ ہماری خواہش اور مرضی کے خلاف ہو تو ہمیں اس پر صبر کرنا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر کسی بھی ناصبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہ ہو تو اس کا نتیجہ اور حاصل غم و حزن، رنج و الم، دکھ و پریشانی، اور ڈپریشن کے سوا کچھ نہیں، کیونکہ کسی کے قبول نہ کرنے سے مشیت الٰہی اور تقدیر کا فیصلہ تبدیل نہیں ہوتا، الٹا اس سے اپنی ہی زندگی عذاب بن کر رہ جاتی ہے۔

توکل اور احتیاطی تدابیر

وبا ہو یا کوئی اور آفت، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ سب سے پہلے تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر فی الفور گناہوں سے توبہ کر کے تمام گناہ چھوڑ دے، جن فرائض میں کوتاہی ہوا اُن کو پورا کرنے کی فکر شروع کرے اور اللہ تعالیٰ سے صحت، عافیت اور حفاظت کی دعائیں مانگتا رہے۔ بالخصوص مسنون دعائیں۔ اس سے اس کی ایمانی قوت

میں اضافہ ہو گا، اور اگر بقضائے الٰہی اس کو موت آگئی تو ایمان سلامت رہے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اسباب کے درجے میں جائز احتیاطی تدابیر کو بھی اختیار کرنا چاہیے۔ کسی بھی معاملہ میں اسباب اختیار کرنا اور حسنِ تدبیر توکل کے خلاف نہیں کیونکہ توکل ترک اسباب کا نام نہیں، بلکہ اسباب اختیار کرنے کے بعد نتائج اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا توکل ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک دیہاتی نے اپنی اونٹنی سے متعلق یہ سوال کیا کہ: "یا رسول اللہ! اونٹنی کو باندھوں یا اللہ تعالی پر بھروسہ کر کے اسے یونہی کھلا چھوڑ دوں"۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اعقلها وتوكل.[18]

یعنی پہلے اسے باندھو، پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔

اس حدیث کی بنا پر علامہ ابن حجر عسقلانی نے توکل کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی ہے:

"هو قطع النظر عن الأسباب بعد تهيئة الأسباب"[19]

ترجمہ: اسباب اختیار کر لینے کے بعد اُن سے قطع نظر کر لینا توکل ہے۔

مولانا ظفر علی خان نے توکل کا مفہوم ایک شعر میں بڑی خوبی سے بیان کیا ہے:

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھنا اپنا
پھر نتیجہ اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

وبائی امراض کے موقع پر احتیاطی تدابیر اختیار کرنا نبی کریم ﷺ کے کئی ارشادات سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ طاعون (متعدی بیماری) والی جگہ سے نہ بھاگیں اور نہ وہاں جائیں[20]۔ اسی طرح آپ نے جذامی سے دور رہنے کا حکم دیا۔ اور ایک موقع پر خود بھی بیعت کے ارادہ سے آنے والے جذامی کو یہ پیغام بھیجا کہ قریب آنے کی ضرورت نہیں تمہیں دور سے ہی بیعت کر دیا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ:

لاضرر ولاضرار.[21]

ترجمہ: "کسی کو نقصان پہنچانا جائز نہیں۔ نہ ابتداءً نہ مقابلۃً"

اس پوری تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ وہ تمام احتیاطی تدابیر جو ماہرینِ فن تجویز کریں، یا حکومتِ وقت ان کو لازم کرے اور اُن کی شرعاً گنجائش ہو گی تو اُن کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں چنانچہ مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ان کو اختیار کریں۔

وبائی مرض اور عبادات

اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾[22]

ترجمہ: اور میں نے جن اور انسان کو صرف اپنی بندگی ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کے اندر سب سے کمال کا وصف اس کی "عبدیت" ہے اور تمام عبادات اسی عبدیت کو بجالانے کا ذریعہ اور طریقہ ہیں۔ وبائی امراض میں عبادات بالخصوص اجتماعی عبادات پر اثر پڑنا ناقابل انکار حقیقت ہے۔ چونکہ مرض ایک معتبر عذر ہے اس لیے

اس کی بناپر احکام میں تخفیف پیدا ہونا قرآن وحدیث کی صریح نصوص سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَيسَ عَلَى الأَعمىٰ حَرَجٌ وَلا عَلَى الأَعرَجِ حَرَجٌ وَلا عَلَى المريضِ حَرَجٌ﴾[23]

ترجمہ: نہ تو اندھے پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر۔

وبائی امراض میں شریعت کی وسعت اور آسانی کے اصول سے فائدہ لینا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ تاہم اس کے بھی کچھ حدود ہیں۔ ایسا نہیں کہ اہل علم کی مشاورت اور رہنمائی کے بغیر ہر شخص اپنے ذہن کے مطابق آسانی ڈھونڈ تا رہے۔ ذیل میں اس حوالہ سے مختلف عبادات میں توسع کے حدود تحریر کیے جاتے ہیں:

وضو اور تیمم

وضو نماز کے لیے بنیادی شرط ہے۔ طہارت کے بغیر نماز جائز نہیں۔ البتہ جب پانی کا استعمال کسی بھی وجہ سے ممکن نہ ہو یا مضر ہو تو تیمم کی اجازت ہے۔ اگر کسی وبائی مرض میں مریض کے لیے پانی کا مضر صحت ہونا طبی تحقیقات سے ثابت ہو جائے یا اس کا غالب گمان ہو جائے تو اُس کے لیے تیمم کرنا جائز ہو گا۔

اور اگر مریض ایسی حالت میں ہو کہ اُس کو آکسیجن لگا ہو یا وینٹی لیٹر پر ہو اور اس میں اتنے وقفے کی گنجائش نہ ہو کہ جس میں وہ چہرہ دھو سکے تو اس کے لیے وضو میں باقی اعضا کو دھونا اور چہرے پر مسح کافی ہو گا۔

یہاں ایک اہم مسئلہ اس طبی عملہ کے وضو سے متعلق ہے جو PPE Kit میں ملبوس ہو۔ چونکہ عموماً اس عملہ کی ڈیوٹی کا دورانیہ آٹھ سے بارہ گھنٹے تک طویل ہوتا ہے اور اس دوران اُنہیں لباس اتارنے کی صورت میں جراثیم سے متاثر ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے اس لیے اُن کی ڈیوٹی کے دوران نمازوں کا مسئلہ اہم ہے۔

اس عملہ کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ ڈیوٹی شروع کرنے سے قبل وضو کر لیا کریں، پھر حتی الوسع نواقض وضو سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ کر اسی وضو سے نمازیں پڑھ لیا کریں، تاہم اگر وضو ٹوٹ جائے اور نماز کا وقت داخل ہو تو اگر اعضاے وضو سے کچھ دیر کے لیے لباس ہٹا کر وضو کرنا ممکن ہو تو وضو کر کے نماز پڑھیں، اگر وضو کی بجائے تیمم ممکن ہو تو تیمم کر لیا کریں اور اگر دونوں ممکن نہ ہوں تو یہ "فاقد الطہورین" (جو دونوں قسم کی طہارت پر قادر نہ ہو) کے حکم میں ہو گا۔ فاقد الطہورین کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ نماز کے وقت محض تشبہ بالمصلین کرے گا، یعنی نماز کی ہیئت بنائے گا لیکن اس میں قرات نہیں کرے گا اور بعد میں اس پر ان نمازوں کی قضا لازم ہے۔

> وأما فاقد الطهورين، ففي الفيض وغيره أنه يتشبه عندهما، وإليه صح رجوع الامام، وعليه الفتوى.[24]
>
> ترجمہ: اور جہاں تک فاقد الطہورین کا حکم ہے، تو فیض وغیرہ کتابوں میں ہے کہ صاحبین کے ہاں وہ نمازیوں کی مشابہت اختیار کرے گا، اسی قول کی طرف امام صاحب کا رجوع ثابت ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ایسی صورت میں یہ جائز نہیں کہ وضو اور تیمم کے بغیر ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھے اور پھر اس کی قضا بھی نہ کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا تقبل صلوة بغير طهور" [25]

ترجمہ: پاکی کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔

نماز باجماعت

معمول کے حالات میں مردوں کے لیے فرض نمازیں جماعت سے ادا کرنا جمہور کے ہاں سنتِ مؤکدہ اور بعض فقہائے کرام کے ہاں واجب ہے۔ تاہم عذر کے وقت جماعت ترک کرنے کی گنجائش بھی احادیثِ مبارکہ میں مروی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ اتِّبَاعِهِ، عُذْرٌ» ، قَالُوا: وَمَا الْعُذْرُ؟، قَالَ: «خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ، لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّى- [26]

ترجمہ: جو مؤذن کی آواز سنے اور اُسے کوئی عذر جماعت میں شریک ھونے سے منع نہ کرے تو اس سے وہ نماز قبول نھیں ھوتی جو وہ (علیحدہ) پڑھے۔ صحابہ کہنے لگے: عذر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خوف یا مرض۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت میں شرکت ضروری ہے البتہ عذر کے وقت جماعت ترک کرنا جائز ہے۔ فقہائے کرام نے اس طرح کے کئی اعذار ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی وبائی مرض میں مبتلا ہو یا علاقے میں وبائی مرض پھیلنے کی وجہ سے اس بات سے خوف محسوس کرتا ہو کہ اگر مسجد جائے گا تو وبا کا شکار ہو جائے گا تو ایسی صورت میں مسجد کی جماعت کو ترک کرنے کی گنجائش ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ایسے حالات میں گھر میں ہی جماعت کا اہتمام کیا جائے۔

نیز ایسے حالات میں مساجد کو مکمل بند کر دینا کسی مسلمان معاشرہ کو زیب نہیں دیتا۔ بلکہ مسجد میں جماعت کا اہتمام بھی باقی رکھا جائے جس کے لیے اہلِ محلہ احتیاطی تدابیر کے ساتھ مناسب بندوبست کریں۔

صفوں میں فاصلہ

جماعت کے دوران صفوں میں فاصلہ رکھنا شرعاً ممنوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ صفوں کو درست فرمانے کا بہت اہتمام کرتے تھے اور درمیان میں خالی جگہ چھوڑنے سے منع کرتے تھے اور اس کو باہمی افتراق وانتشار پیدا ہونے کا ذریعہ قرار دیتے تھے، اس لیے عام حالات میں تو یہی حکم ہے کہ صفوں میں مکمل اتصال ہو۔ لیکن جہاں وبا پھیل جائے اور ماہرینِ طب ایک دوسرے سے سماجی فاصلہ کو لازمی قرار دیں وہاں فاصلہ رکھنے کی بھی گنجائش پائی جاتی ہے کیونکہ مسجد کے حدود میں صفوں کے اندر خواہ جتنا بھی فاصلہ ہو وہ اقتدا سے مانع نہیں۔

عن أبي بكرة رضي الله عنه: أنه انتهى إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو راكع، فركع قبل أن يصل إلى الصف، فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم، فقال: ((زادك الله حرصًا، ولاتعُدْ)). [27]

ترجمہ: حضرت ابو بکرہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (نماز کی حالت میں) اس وقت پہنچے جب آپ ﷺ رکوع میں تھے، اس لیے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی (نیت باندھ کر) رکوع کر لیا۔

(نماز کے بعد) آپ ﷺ سے یہ واقعہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارا شوق زیادہ کرے، لیکن آئندہ ایسا نہ کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے حدود میں بہر حال اقتدا جائز ہے خواہ فاصلہ سے بھی کوئی کھڑا ہو جائے۔ البتہ بلا عذر ایسا کرنا مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

نیز خوف کی حالت میں صلوٰۃِ خوف کے مشروع ہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خوف کی وجہ سے صفوں کے اہتمام اور جماعت کے طریقہ کار میں تخفیف ثابت ہے۔

ماسک کے ساتھ نماز پڑھنا

حدیث میں منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے:

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُغَطِّيَ الرَّجُلُ فَاهُ فِي الصَّلَاةِ.[28]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص نماز میں اپنا منہ ڈھانپ لے۔

اس لیے فقہاءِ کرام نے لکھا ہے کہ عام حالات میں بلا عذر ناک اور منہ کسی کپڑے وغیرہ میں لپیٹ کر نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس عمل میں مجوسیوں کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ وہ آگ کی عبادت کرتے وقت اپنا منہ ڈھانپتے ہیں،

قال ابن عابدين: "(قوله: والتلثم) وهو تغطية الأنف والفم في الصلاة؛ لأنه يشبه فعل المجوس حال عبادتهم النيران، زيلعي. ونقل عن أبي السعود: أنها تحريمية".[29]

ترجمہ: ابن عابدین فرماتے ھیں: مصنف کا قول "التلثم" یہ نماز میں ناک اور منہ چھپانا ہے، (یہ مکروہ ہے) کیونکہ یہ مجوسیوں کی مشابہت ہے، جب وہ آگ کی عبادت کرتے ہیں۔ زیلعی۔ ابو سعودؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ مکروہِ تحریمی ہے۔

تاہم اگر کسی عذر کی وجہ سے نماز میں چہرے کو ڈھانپا جائے یا ماسک پہنا جائے تو نماز بلا کراہت درست ہو گی؛ لہٰذا کسی وبا کے پھیلنے کے وقت اگر منہ اور ناک کے راستے سے جراثیم کے داخل ہونے کا اندیشہ ہو جیسا کہ کورونا وائرس، تو ایسی صورت میں وائرس سے بچاؤ کی تدبیر کے طور پر احتیاطاً ماسک پہن کر نماز پڑھنے سے نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی۔

وبائی امراض میں وفات پانے والوں کے احکام

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس عزت واحترام سے نوازا ہے وہ جیسے زندہ انسان کو حاصل ہے اس طرح موت کے بعد بھی وہ اس کا حقدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی لاش کا احترام بھی ضروری ہے۔

مالك؛ أنه بلغه أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم كانت تقول: كسر عظم المسلم ميتا، ككسره وهو حي.[30]

قال الباجي في شرح الحديث: يريد أن له من الحرمة في حال موته مثل ما له منها حال حياته.[31]

ترجمہ: امام مالکؒ کو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پہنچی ہے، کہ وہ

فرماتی تھیں کہ کسی مسلمان کی ہڈی موت کے بعد توڑنا اسی طرح ہے جیسے زندگی کی حالت میں توڑنا۔

باجیؒ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا احترام موت کے بعد بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح زندگی کی حالت میں۔

چنانچہ میت کے متعلق اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ اُسے غسل دیا جائے، کفن پہنایا جائے، نماز جنازہ پڑھی جائے اور پھر قبر میں دفن کر دیا جائے۔ یہ مسلمانوں کے ذمے فرض کفایہ ہے۔ تاہم غسل، کفن اور دفن کا جو مخصوص طریقہ فقہائے کرام نے بیان کیا ہے اور جسے عام طور پر ہمارے معاشرہ میں اپنایا جاتا ہے اس میں کچھ کام مسنون اور کچھ مستحب ہیں جن کی عام حالات میں رعایت رکھنی چاہیے۔ لیکن اگر معمول سے ہٹ کر کوئی ایسی غیر معمولی صورتحال پیدا ہو جائے جس میں مسنون طریقہ پر عمل کرنا دشوار یا ناممکن ہو یا پھر مضر صحت ہو تو ایسی صورت میں معروف طریقے کو چھوڑ کر کسی دوسرے مناسب طریقہ کو اختیار کیا جا سکتا ہے، اور یہ خود رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے چنانچہ غزوہ اُحد کے موقع پر جب غیر معمولی حالات پیش آئے تو بعض شہدا کو تین کی بجائے ایک کپڑے میں کفن دیا گیا اور وہ بھی اتنا کہ جو پوری طرح اُن کے بدن کو چھپانے کے لیے کافی نہیں تھا، چنانچہ سر کو ڈھانپ کر پاؤں پر گھاس ڈال دیے گئے۔ ایسے ہی دو شہیدوں کو ایک کپڑے میں کفن دیا گیا، اور ایک قبر میں دفن کیا گیا۔[32]

کسی وبائی مرض سے فوت ہونے والوں کے متعلق اگر ماہرین یہ کہیں کہ اس کی لاش سے جراثیم پھیلنے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں معروف طریقہ سے ہٹ کر اس طرح غسل دینے کی گنجائش ہے کہ اس پر کپڑوں کے اوپر سے پانی بہا دیا جائے، کسی پائپ وغیرہ کے ذریعے یہ عمل کوئی مشکل نہیں۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

ولوكان الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه.[33]

ترجمہ: اگر میت اس طرح پھٹ چکا ہو، کہ اس کو چھونا ممکن نہ ہو، تو اس پر پانی بہا دینا کافی ہے۔

نیز کفن کے اوپر پلاسٹک کور چڑھانے کی بھی گنجائش ہے۔ یا اگر کفن کے بغیر کوَر پہلے چڑھا دیا گیا ہو اور اس کے کھولنے میں مرض پھیلنے کا اندیشہ ہو یا قانوناً کھولنے کی اجازت نہ ہو تو کوَر کے اوپر کفن دیا جائے۔

غسل اور کفن دینے کے بعد جنازہ اور دفن بھی میت کا حق ہے اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وبائی مرض سے فوت ہونے والوں کے جنازے اور دفن کا اہتمام کریں۔ تاہم اس میں اگر محدود افراد شرکت کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے۔ نمازِ جنازہ کے بعد احتیاطی تدابیر اپنا کر اُسے دفن کرنا بھی لازم ہے، کسی مسلمان کی لاش کو جلانا یا دریابُرد کرنا جائز نہیں۔

اگر کسی مسلمان کو بلا جنازہ دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، بشرطیکہ اس کے دفن پر اتنے دِن نہ گزرے ہوں جن میں اس کی نعش کے پھٹنے اور خراب ہونے کا غالب گمان ہو۔ موسم اور علاقائی آب وہوا وغیرہ کی وجہ سے اس کا عرصہ کم و بیش ہو سکتا ہے۔

(وإن دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاة) أو بها بلا غسل أو ممن لا ولاية له (صلي على قبره) استحساناً (ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير، هو الأصح.

قال ابن عابدين: (قوله: هو الأصح) لأنه يختلف باختلاف الأوقات حراً وبرداً والميت سمناً وهزالاً والأمكنة.[34]

ترجمہ: اگر میت کو نمازِ جنازہ کے بغیر دفن کر دیا گیا اور اس پر مٹی ڈال دی گئی، یا جنازہ پڑھا گیا تھا لیکن غسل نہیں دیا گیا تھا، یا ان لوگوں نے جنازہ کیا تھا جو ولی نہیں تھے، تو استحساناً اس کی قبر پر اس وقت تک جنازہ پڑھا جا سکتا ہے، جب تک یہ گمان غالب نہ ہو کہ وہ پھٹ چکا ہوگا۔ صحیح تر قول کے مطابق اس کے لیے مدت متعین نہیں۔ ابن عابدین فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ گرمی یا سردی کی وجہ سے اس میں فرق آتا ہے، اسی طرح میت کے موٹے یا دبلے ہونے کے اعتبار سے اور جگہوں کے اعتبار سے (پھٹنے کی مدت میں) فرق آتا ہے۔

روزہ

عاقل، بالغ مسلمانوں پر رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہے۔ تاہم مریض کو یہ رُخصت دی گئی ہے کہ وہ اگر رمضان میں روزے نہ رکھ سکے تو رمضان المبارک کے بعد اُتنے ہی روزے رکھ لے جتنے اس نے رمضان میں چھوڑے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [35]

ترجمہ: تم میں سے جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دِنوں میں اتنی ہی تعداد میں روزے رکھ لے۔

اس سے واضح ہوا کہ کسی وبائی مرض کے دوران جو لوگ اس میں مبتلا ہوں، اگر روزہ اُن کے لیے تکلیف دِہ یا مضر ہو تو وہ روزہ چھوڑ کر بعد میں اس کی قضا کریں گے۔

تاہم جو صحت مند ہوں، اُن کو محض بیماری کے خوف سے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ رُخصت شریعت نے مریض کو دی ہے، مرض سے ڈرنے والے کو نہیں۔

وبائی مرض اور معاشرت

رسول اللہ ﷺ نے سب مسلمانوں کو جسدِ واحد قرار دیا اور مسلمانوں کے باہم مل جل کر رہنے کے آداب بڑی تفصیل سے بیان کیے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت مثالی ہے۔ وبائی امراض میں دیگر تمام شعبوں کے ساتھ ساتھ معاشرتی احکام بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ وبا میں جراثیم پھیلنے کے خطرہ کے پیش نظر مصافحہ، معانقہ، میل جول کی کثرت، اور ایک دوسرے کے قریب اُٹھنے بیٹھنے یا چلنے پھرنے سے منع کیا جاتا ہے۔

چونکہ مصافحہ ومعانقہ یا دوسروں سے میل جول کسی فرض وواجب کے حکم میں نہیں اس لیے احتیاطی تدبیر کے طور پر ان سے احتراز کی گنجائش پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر جذامی شخص کو بیعت کرنے سے اجتناب فرمایا تھا۔

ایک ضروری وضاحت

شریعت کے یُسر اور توسع پر بحث کرتے ہوئے یہ وضاحت نہایت ضروری ہے کہ دین میں آسانی تو ہے لیکن من مانی نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے دین جس طرح نازل فرمایا ہے اسی طرح یہ آسان ہے، مثلاً پانچ نمازیں فرض ہیں، صرف ایک ماہ کے روزے فرض ہیں، صرف چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے، وغیرہ یہ سب احکام ایک سلیم الفطرت انسان کے لیے نہایت آسان ہیں، ان کی بجا آوری میں کوئی مشکل نہیں۔ لیکن اگر کوئی آسانی کا یہ مطلب لے کہ چونکہ دین آسان ہے اس لیے میں خواہ دو نمازیں پڑھوں یا تین،

رمضان کے سب روزے رکھوں یا بعض، زکوٰۃ دوں یا نہیں، بہر حال مجھے اجازت ہے، تو یہ مطلب بالکل غلط ہے۔ کیونکہ دین کے آسان ہونے کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ ہر شخص اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق احکام میں سہولت کا پہلو ڈھونڈ تا پھرے۔

چنانچہ کسی وبائی مرض کے پھیل جانے کے موقع پر بھی ہر شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے فہم کے مطابق احکام شرع میں تخفیف یا رُخصت کا حکم لگائے اور عوام کو اس پر عمل کرنے کی تجویز دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ.[36]

ترجمہ: جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا جائے تو اس کا گناہ اُسی فتویٰ دینے والے پر ہو گا۔

اور ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

أَجْرَؤُكُمْ عَلَى الْفُتْيَا أَجْرَؤُكُمْ عَلَى النَّارِ.[37]

ترجمہ: تم میں سے سے فتویٰ پر زیادہ جرات کرنے والا (جہنم کی) آگ پر زیادہ جرات کرنے والا ہے۔

چنانچہ ایسے موقع پر خود کوئی مسئلہ بتانے کی بجائے علومِ شریعت کے ماہر متبحر علماء کی طرف رُجوع اور اُن کی رائے اور فتویٰ کا احترام ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاسْئَلُوٓاْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ.[38]

ترجمہ: اگر تم علم نہیں رکھتے تو اہلِ علم سے پوچھ لیا کرو۔

نتائج

1۔ اسلامی شریعت میں انسان پر کوئی ناقابل برداشت بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے۔

2۔ اسلام آسانی اور سہولت کا دین ہے البتہ آسان ہونے کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ ہر شخص اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق احکام میں سہولت کا پہلو نکالے، بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ماہر اہل علم اس کی جو وضاحت کریں اس کا اعتبار ہو گا۔

3۔ مسلمان کے لیے وبائی امراض کے بارے میں عقیدہ رکھنے کے شرعی حدود یہ ہیں کہ "کسی بھی مرض کو مؤثر حقیقی نہ سمجھے، البتہ سبب کے درجے میں اس حد تک مؤثر سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ تاثیر رکھ دی ہے۔"

4۔ وبائی امراض کے موقع پر احتیاطی تدابیر اختیار کرنا نبی کریم ﷺ کے کئی ارشادات سے ثابت ہے۔ لہٰذا وہ تمام احتیاطی تدابیر جو ماہرینِ فن تجویز کریں یا حکومتِ وقت ان کو لازم کرے اور اُن کی شرعاً گنجائش ہو تو اُن کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں چنانچہ مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ان کو اختیار کریں۔

5۔ اگر کوئی شخص کسی وبائی مرض میں مبتلا ہو یا علاقے میں وبائی مرض پھیلنے کی وجہ سے اس بات کا خطرہ محسوس ہو کہ اگر مسجد جائے گا تو وبا کا شکار ہو جائے گا تو ایسی صورت میں مسجد کی جماعت کو ترک کرنے کی گنجائش ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ایسے حالات میں گھر میں ہی جماعت کا اہتمام کیا جائے۔

6۔ جہاں وبا پھیل جائے اور مسلمان ماہرینِ طب ایک دوسرے سے سماجی فاصلہ کو لازمی قرار دیں وہاں جماعت کی صفوں میں فاصلہ رکھنے کی گنجائش پائی جاتی ہے۔

7۔ کسی وبا کے پھیلنے کے وقت اگر منہ اور ناک کے راستے سے جراثیم کے داخل ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں وائرس سے بچاؤ کی تدبیر کے طور پر احتیاطاً ماسک پہن کر نماز پڑھنے سے نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی۔

8۔ کسی وبائی مرض کے دوران جو لوگ اس میں مبتلا ہوں، اگر روزہ اُن کے لیے تکلیف دِہ یا مضر ہو تو وہ روزہ چھوڑ کر بعد میں اس کی قضا کریں گے۔ تاہم جو صحت مند ہوں، اُن کو محض بیماری کے خوف سے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہ ہو گی۔ کیونکہ یہ رُخصت شریعت نے مریض کو دی ہے، مرض سے ڈرنے والے کو نہیں۔

مصادر و مراجع:

---

[1] الاسراء: 70

[2] الاحزاب: 72

[3] البقرة:286

[4] البقرة: 286

[5] البقرة 185

[6] سورة النساء: 28

[7] صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب الدين يسر، حديث نمبر 39

[8] الاعراف157

[9] صحيح البخاري، كتاب العلم، بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالعِلْمِ كَيْ لاَ يَنْفِرُوا، حديث نمبر 69

[10] سنن ابي داؤد، كتاب الادب، بَابٌ فِي التَّجَاوُزِ فِي الْأَمْرِ حديث نمبر 4785

[11] شرح القواعد الفقهية، لأحمد الزرقا، ص: 133-134

[12] البقرة : 173

[13] صحيح البخاري، كتاب الطب، باب الجذام حديث نمبر 5707

[14] صحيح البخاري، حواله سابقه

[15] صحيح البخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب حديث الغار حديث نمبر 3473

[16] فتح البارى لابن حجر العسقلاني، ج10ص160، دارالمعرفة بيروت

[17] رواه مسلم، كتاب القدر، باب في الأمر بالقوة وترك العجز والاستعانة بالله وتفويض المقادير لله، حديث نمبر:2664

[18] سنن الترمذي، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث نمبر 2517

[19] فتح الباري: ج3ص449

[20] صحيح البخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب حديث الغار حديث نمبر 3473

[21] ابن ماجة، كتاب الاحكام، باب من بنى في حقه ما يضر بجاره، حديث نمبر 2340

[22] الذاريات 56

[23] النور: 61

[24] الدر المختار مع رد المحتار : ج1ص80 دار الفكر بيروت

[25] سنن الترمذي، ابواب الطهارة حديث نمبر1

[26] سنن ابى داؤد، كتاب الصلوة، باب في التشديد في ترك الجماعة حديث نمبر551

[27] صحيح البخاري، كتاب صفة الصلاة، باب إذا ركع دون الصف: 783

[28] ابن ماجة، كتاب الصلوة، باب ما يكره في الصلوة، حديث نمبر 966

[29] الدر المختار مع رد المحتار ج1 ص652، دار الفكر بيروت

[30] مؤطأ مالك: ج2ص334

[31] المنتقى شرح المؤطأ: ج2ص30

[32] عن خباب رضي الله عنه، قال: هاجرنا مع النبي صلى الله عليه وسلم نلتمس وجه الله، فوقع أجرنا على الله، فمنا من مات لم يأكل من أجره شيئا، منهم مصعب بن عمير ومنا من أينعت له ثمرته، فهو يهدبها، قتل يوم أحد، فلم نجد ما نكفنه إلا بردة إذا غطينا بها رأسه خرجت رجلاه، وإذا غطينا رجليه خرج رأسه، «فأمرنا النبي صلى الله عليه وسلم أن نغطي رأسه ، وأن نجعل على رجليه من الإذخر» (صحيح البخارى 77/2)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يجمع بين الرجلين من قتلى أحد في ثوب واحد، ثم يقول: «أيهم أكثر أخذا للقرآن» فإذا أشير له إلى أحد قدمه في اللحد، وقال: «أنا شهيد على هؤلاء يوم القيامة» (صحيح البخارى 102/5)

[33] الفتاوى الهندية: ج1ص174، دارالكتب العلمية بيروت

[34] الدر المختار مع رد المحتار: ج2ص 224

[35] البقرة 184

[36] سنن ابي داؤد، كتاب العلم، حديث نمبر3657

[37] رواه الدارمي، كتاب العلم حديث نمبر159

[38] النحل 43